تھی تو کھودنے والا دھڑام سے اندر جا پڑا چنانچہ سارے فوجی اور تربیت یافتہ پاکستانی خدمت گزار اندر کود گئے پہلے گرنے والے کو ایک گولی لگی ــــــ یہ ایک سرنگ (TUNNEL) تھی جس کے اندر روشنی کا بھی زبردست بندوبست تھا قصہ مختصر اس خندق میں تمام ضروری اشیا کا جدید ترین انداز سے انتظام تھا

نیز یہ خندق جنت البقیع کے پیچھے ایک بڑے ہوٹل میں جا نکلتی تھی ـــ مکمل معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ یہ ہوٹل ایک باطنی بیوہ کا ہے اور اس وقت یہاں کوئی دو ڈھائی سو کے لگ بھگ ایک مخصوص ملک کے خاص فرقے کے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں ـــ سعودی حکومت نے یہ عمارت بم سے اڑادی اور بعد ازاں بلڈوزروں کی مدد سے زمین ہموار کر دی اس طرح یہ عمارت اپنے مکینوں سمیت زمین بوس ہو گئی ـــ سعودی حکومت نے مکان کی بیوہ مالکہ کو گرفتار کر لیا اور ضروری قانونی و شرعی کارروائی کی ـــ اس طرح جناب ضیاء الحق شہید کے بروقت اقدام اور عظیم خدمت کے باعث امت مسلمہ اس ذلت سے اور خرابے سے محفوظ ہو گئی

واقعہ مذکورہ کے باب میں سعودی حکومت نے ضروری تحقیق و تفتیش کے بعد ایک رپورٹ مرتب کی۔ اس رپورٹ میں اس مخصوص فرقے کے عزائم کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا۔ یہ زائرین حضرت فاطمۃ الزہرا کے جسد مبارک کو ایران کے شہر قم منتقل کرنا چاہتے تھے تا کہ ان کا مقبرہ ایران میں مرجع خلائق ہو۔ نیز ان زائرین نے جنت البقیع میں موجود دیگر اصحاب رسول کی قبروں کے ساتھ خاصی توہین کا رویہ اختیار کر رکھا تھا ان زائرین کی یہ مذموم خواہش بھی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت مبارک تک پہنچیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالخصوص توہین کریں۔ الحمد اللہ ـ ـ اس مذموم سازش کے بروقت افشا کے باعث یہ لوگ اپنے ان مکروہ عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے

جناب اقبال سہیل صاحب نے بتایا کہ شہید جنرل محمد ضیاء الحق کی اس بروقت کارروائی کے لئے خادم حرمین الشریفین نے خاص طور پر جنرل صاحب کا شکریہ ادا کیا اور جنرل صاحب سے کہا آپ نے اپنے اس عمل کے باعث امت کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ـــ اس پر جنرل ضیاء الحق شہید نے روندھی ہوئی آواز میں بس اتنا کہا کہ ـــ یہ تو بڑی بات ہے ـــ اس بندہ حقیر کی کیا مجال ـــ البتہ خداوند تعالیٰ نے اس عمل کے باعث مجھے میرے گناہوں کے کفارہ کا موقع عطا کیا ہے ـــ خیر بعد ازاں سعودی حکومت نے رسمی شکریہ ادا کرنے کے لئے باقاعدہ سعودی وزیر دفاع کی قیادت میں ۷ رکنی وفد پاکستان بھیجا

اقبال سہیل صاحب نے بتایا لندن سے شائع ہونے والے ایک معروف عربی ہفت روزہ "المجلۃ العربیہ" نے مورخہ ۱۶ تا ۲۲ اپریل ۱۹۸۸ میں اس مخصوص ملک کے مخصوص فرقے کے عزائم کی کوشش کی کہانی مع تصاویر شائع کر دی ـــ البتہ اس واقعہ کا اصل پس منظر سامنے نہ آیا ـــ آج جنرل محمد ضیاء الحق اس دنیا میں نہیں اور اس واقعہ کا پس منظر امت کی امانت ہے شہید صدر کے انکسار، شرافت اور ولی صفت طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ انکی زندگی میں اسے بیان کیا جائے لہٰذا اس واقعہ کا پس منظر ہمیشہ مستور رہا عاشق رسول اور خادم اسلام ہونے کے حوالے سے شہید صدر کی زندگی کا یہ ایک واقعہ جناب محترم اقبال سہیل صاحب کے توسط سے ہم تک پہنچ گیا ورنہ انکے ملاقاتیوں کے سینے تو جنرل صاحب کے عشق رسول اور جذبہ دین کے بے بہا واقعات سے منور ہیں۔

جناب اقبال سہیل صاحب بھی اس واقع کو بالتفصیل بیان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں فی الحال میں نے یہ واقعہ اجازت سے امانتاً اسی طرح تحریر کر دیا ہے جس طرح انکی زبان سے سنا تھا نیز علمائے اسلام اور جلیل القدر مفکر کے اسمائے گرامی تو خود اقبال سہیل صاحب اپنے مضمون موعودہ میں خود رقم فرمائیں گے اس واقعہ کے ضمن میں یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ شہید صدر کا یہ ایکشن ACTION عمل اتنا منضبط و منظم تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی البتہ پھر بھی اس واقع کی بھنک ہیرلڈ ٹریبون انٹر نیشنل herald tribune international کو ہو گئی جس نے یہ سرخی لگادی تھی کہ

pakistanis in saudi arabia

بحوالہ بالا واقعہ سے ایک بات تو مکمل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق کا دل کتنا شفاف اور صاف تھا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس خواب کے پیغام کو کس طرح فوراً پا لیا حالانکہ یہ پیغام لفظوں میں نہیں بتایا گیا تھا نیز جس پیغام کو شرق و غرب کے مسلمان مفکر اور علماء نہ پا سکے بلکہ علماء پاکستان بھی

ـــ وہ اس مرد حق نے کس طرح پا لیا البتہ جنرل صاحب کے عشق رسول کے صادق جذبے کو عالم اسلام کے مسلمان کس طرح بخوبی جانتے تھے کہ مراکش کی ایک دینی شخصیت مذکورہ مفکر جلیل کو مشورہ دیتی ہے کہ یہ خواب من و عن پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو سنا دیں ـــ یہ بات پاکستان اور اہل پاکستان کے لئے ایک اعزاز ہے وہاں اس بات پر بھی شاہد ہے کہ امت مسلمہ کے اہل نظر اور اہل دل اصحاب کو پوری اسلامی دنیا میں فقط ایک ضیاء الحق شہید کی ذات ایسی نظر آئی تھی جو امت کے اجتماعی معاملہ میں مضبوطی، پائیداری، بیباکی، بہادری، قوت اور حسن تدبر کا مظہر تھی ـــ اور پھر کیوں نہ ہوتی ـــ شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے نہ صرف یو۔ این۔ او کے ایوان میں پہلی بار تلاوت قرآن پاک کرائی بلکہ صلیبی جنگوں کے بعد جہاد افغانستان کی صورت میں امت مسلمہ کو ایک ایسی بڑی فتح سے ہمکنار کیا جس کو روس جیسی قوت فائقہ Super Power کی روشنی میں بے مثل کہا جا سکتا ہے ـــ یہ اعزاز اتنا ارزاں اور فراواں نہیں ہے کہ ہر کسے ناکسے کو میسر آئے تا نہ بخشد ـــ تانہ بخشد خدائے بخشندہ ـــ نیز یہی باعث ہے کہ عیسائی و یہودی دنیا انہیں موجودہ دور کا صلاح الدین ایوبی سمجھتی تھی اور ان کی جان کے درپے تھی ـــ اور پھر جو کچھ ہوا وہ ہم سب کے سامنے ہے ـــ دیکھیں امت مسلمہ جنرل ضیاء الحق کی قدر و قیمت کب پہچانتی ہے ـــ اور دشمنوں کے ہاتھوں جو بے پایاں نقصان امت مسلمہ کو پہنچا ہے اس کا ازالہ کب ہوتا ہے ـــ!

بہ شکریہ: ہفت روزہ "ثالث" لاہور جلد ۱، شمارہ ۳۷
۲۳ نومبر تا ۲۹ نومبر ۱۹۸۹ء ـ!

کتب و رسائل کی عمدہ و معیاری بائنڈنگ اور سرورق کی خوبصورت لمینیشن کیلئے

ظہیر لمینیشن اینڈ بک بائنڈرز

تشریف لائیے

پرانی غلہ منڈی، مقابل منزل پریس لوہاری گیٹ ملتان

حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہٗ

[1]

پاکستان میں نفاذِ شریعت اور فکرِ جدید

پاکستان میں نفاذِ شریعت کے مسئلہ پر "تجدید فقہ" کے عنوان سے ایک مستقل مکتبۂ فکر نژادِ نو میں تشکیک و ابہام پیدا کرنے میں مصروف ہے کچھ عرصہ پہلے اسی مکتب فکر کے ایک دانشور ڈاکٹر یوسف گورایہ صاحب کی کتاب ISLAMIC JURISPRUDENCE IN THE MODERN WORLD کے نام سے شائع ہوئی جسے دینی حلقوں میں خاص طور پر ناپسند کیا گیا اور مختلف گوشوں سے اس پر ردِ عمل کا اظہار بھی ہوا۔ حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی مدظلہ نے ذیل میں اسی کتاب کے حوالہ سے گفتگو فرمائی ہے۔ (ادارہ)

جو لوگ پاکستان بنانے کے محرک تھے اور اس تحریک کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے تحریک کا یہ مقصد ظاہر کیا تھا کہ اِس خطۂ ارضی میں اِسلامی نظام قائم کیا جائے گا۔ اور قوانینِ شرعیہ کا نفاذ ہوگا۔ پاکستان بننے کے بعد قومی اسمبلی میں اس قسم کی ایک قرارداد بھی پاس ہوگئی جس کا مطلب عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ پاکستان میں اسلامی احکام و قوانین جاری اور نافذ ہوں گے۔ اور اس طرف کچھ نہ کچھ پیش رفت بھی ہوئی۔ اس مرحلے پر ملک میں رہنے والوں کی وہ جماعت جو اسلامی احکامِ شرعیہ کا نفاذ پسند نہیں کرتی۔ سنگِ راہ بن کر سامنے آگئی۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں شیعہ ہیں جنہوں نے فوراً اپنے لئے "فقہ جعفریہ" کے نفاذ کا مسئلہ پیش کر دیا۔ اور ملک میں دو قسم کے قوانینِ عامہ نافذ کرنے کا غلط و بےجا مطالبہ کیا۔ ایک جماعت اور سامنے آئی جس میں اکثریت جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ہے۔ اور قانون داں حضرات بھی شامل ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اِسلامی قوانین کا نفاذ تو چاہتے ہیں لیکن زمان و مکان اور ماحول کے لحاظ سے ان میں کچھ تبدیلی اور تغیر کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ پاکستان کی اکثریت، فقہ حنفی کی پیروی کرتی ہے اس

لئے اسکی خواہش یہ ہے کہ فقہ حنفی کو اصل و بنیاد کی حیثیت حاصل ہو ، اور جو قوانین بنائے جائیں ان کا ماخذ فقہ حنفی ہو ـــــــ دوسرے الفاظ میں فقہ حنفی میں جو احکام کتاب و سُنّت سے اخذ کر کے فقہاء احناف نے مُدوّن اور جمع کئے ہیں انہیں قانون کی شکل دی جائے ۔ یہ مطالبہ بالکل بجا اور درست ہے ۔ ملک میں فقہ حنفی کی پیروی کرنے والے اہل سُنّت کی تعداد کم از کم پچاسی فیصد ہے ۔ جب کہ اہل سنت کی مجموعی تعداد پچانوے فیصد ہے ۔ اہل سُنّت میں صرف اہل حدیث فقہ حنفی کے پیرو نہیں ہیں ۔ انکی تعداد زیادہ سے زیادہ دس فیصد ہے ۔ وہ فرقے جو اسلام کے مدعی ہیں لیکن اہل سنت انہیں مسلمان نہیں تسلیم نہیں کرتے ۔ ان میں سے متعدد بلکہ اکثر مسلمانوں سے اصولی و اعتقادی اختلاف رکھنے کے باوجود عملاً فقہ حنفی ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کا اُصول بھی یہی ہے کہ اسی فقہ کی پیروی کی جائے ۔ مہدوی ، ذکری ، قادیانی (دونوں گروہ) یہ سب عملاً فقہ حنفی ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس کا اقرار و اعلان کرتے ہیں کہ ہم فقہ حنفی کے پیرو ہیں ۔ اگرچہ اعتقاداً ان میں اور اہل سُنّت احناف میں بہت فرق و اختلاف ہے ۔ یہ اختلاف اتنا شدید ہے کہ اہل سُنّت انہیں مسلمان بھی نہیں سمجھتے ۔ بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں ۔ اس شدید اختلاف کے باوجود جو قوانین فقہ حنفی کی بُنیاد پر وضع اور نافذ کئے جائیں گے ان کی پابندی اور ان پر عمل وہ خوشی کے ساتھ کریں گے ۔

عام طور پر اہل سنت فقہ حنفی کے نفاذ پر متفق ہیں ان میں صرف اہل حدیث کا اس سے اختلاف ہے ۔ اصولِ جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ اس اختلاف کو نظر انداز کیا جائے اور حنفی فقہ کو پاکستان کے قوانینِ عامہ کی بُنیاد اور اس کا بنایا جائے ۔ اس لئے کہ احناف کی اکثریت ہے ۔ اور اس فقہ کی پیروی کرنے نیز اسے بخوشی خاطر منظور کرنے والے غالب اکثریت میں ہیں ۔ اس کے ساتھ اقلیتوں کے پرسنل لا کو ان قوانین کے ماتحت نہ لایا جائے ۔ ہر فرقہ اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے میں آزاد ہو ۔ ملکی قانون عام اور سب کے لئے ایک ہی ہو ۔

نفاذِ قوانینِ شرعیہ کے بارے میں یہ صورتِ حال پاکستان کو درپیش ہے جو بہت سے دانشوروں کے نزدیک نفاذِ شریعت وغیرہ میں ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے ۔ جدید تعلیم یافتہ قانون داں دانشوروں کی جس جماعت کا چند سطریں پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اس نے اس مشکل کا حل دریافت کرنے کی کوشش

ل ہے۔ ان میں سے ایک فاضل دانشور ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ صاحب ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر تجدیدِ فقہ کا ایک نہج بتانے کے مقصد پر ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی ہے جس کا نام

ISLAMIC JURISPRUDENCE IN THE MODERN WORLD

ہے

(اسلامک جورسپروڈنس ان دی ماڈرن ورلڈ)

(دنیائے جدید میں اسلامی اصولِ قانون)

اسوقت موصوف کی اس فاضلانہ تصنیف کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ہیں۔ کتاب کا موضوع صرف پاکستان کو درپیش مسئلہ مذکور ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وسیع تر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے بہت سے احکام مخصوص حالات پر مبنی ہیں۔ اور حالات کے بدلنے سے ان میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ اب سے دو تین سو سال پہلے جو تمدنی، سیاسی، معاشرتی حالات تھے اب وہ یکسر بدل چکے ہیں ان کے اعتبار سے احکام میں بھی ضرور تغیر ہوا ہوگا۔ اس زاویے سے مسائل فقہ پر نظر ڈال کر دورِ موجودہ اور حالاتِ حاضرہ کے لیئے جو احکام شرعیہ ادلہ شرعیہ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں معلوم کرنا چاہیئے، اسی کا نام تجدیدِ فقہ ہے۔ موصوف نے کتابِ مذکور اسی نقطۂ نظر، اور اسی وسیع تر زاویۂ نگاہ سے لکھی ہے اور ہمارے نزدیک اس سے اختلاف کرنیوالوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔ اس ضرورت تجدیدِ فقہ کا احساس علمار اہلِ سُنت، اور جدید تعلیم یافتہ فضلار ملت کو اب سے بہت پہلے ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب مرحوم نے بھی لکھا ہے اور علمار دین نے لبعض مسائل پر غور کر کے عملاً ان میں تغیر کیا۔ یعنی ایک فرقے کا اجتہاد کر کے نئ صورتِ حال کا نیا حکم شرعی معلوم کیا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا۔ لیکن یہ صورت چند جزئیات تک محدود رہی پورے فقہ کا کوئی جائزہ اس نقطۂ نظر سے نہیں لیا گیا۔

ڈاکٹر گورایہ صاحب نے اپنی کتاب مذکور میں تجدیدِ فقہ کی ضرورت واضح کی ہے، اور اسکی یہ شکل پیش کی ہے کہ علمار اسلام کی ایک جماعت موجودہ قوانینِ مروجہ کو سامنے رکھ کر انہیں اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ اور احکامِ شرعیہ کو اس کے بجائے قانون کی شکل میں مدون کرے۔ قانون سازی کے لیئے کسی مخصوص فقہی مکتب کو ماخذ نہ بنائے بلکہ حسبِ ضرورت ائمہ اربعہ نیز دیگر مجتہدین کے مسالک کو بھی اس فقہ (یا قانون) میں داخل کرے۔ اس طرح ایک جدید فقہ تیار ہوگا۔ جو موجودہ دور کی

ضرورت پوری کرنے کا اور متفق علیہ ہوگا۔ اس انتخاب کے سلسلہ میں موصوف کے نزدیک "فقہ جعفری" کو بھی سامنے رکھا جائے اور شیعوں کے فقہ کے مسائل اور انکی کتب فقہ میں مندرج احکام بھی حسب ضرورت اپنے فقہ کا جزو، اور اپنے قانون ملکی کا حصّہ بناتے جائیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اختلاف ختم ہو جائے گا۔ اور پاکستان کا ایک متفق علیہ فقہ اور قانون وجود میں آئے گا۔

اگر میں نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی ہے تو ڈاکٹر صاحب کی بحث کا ماحصل یہی ہے۔ اس کے بارے میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ تجدیدِ فقہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ضرورت اب سے پہلے بھی پیش آچکی ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ دو چار صدیوں کے بعد پھر پیش آئے۔ شریعت ہمیشہ باقی رہے گی۔ اور نئے حوادث بھی پیش آتے رہیں گے۔ ان حوادث، اور اس ماحول کے لئے شریعت کے احکام تلاش کر کے سامنے لانا یہی تجدیدِ فقہ ہے۔ اسوقت یہی مسئلہ درپیش ہے۔ اس مقصد سے متعدد ائمہ مجتہدین کے فقہ کو دیکھ کر حسبِ ضرورت اس سے مسائل و احکام اخذ کرنا بھی جائز اور مناسب ہے۔ لیکن اس سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ ہم اصولاً کسی ایک مکتب فقہ کے فقہ کو اپنے خواہش عامہ کا اصل ماخذ نہ بنائیں۔ ائمہ اربعہ کے فقہ میں کوئی فقہ ایسا نہیں ہے جو زمانہ موجودہ کے لحاظ سے یکسر ناقابلِ عمل ہوگیا ہو فقہ حنفی تو غالباً ان سب میں وسیع ترین فقہ ہے اور برِصغیر ہندو پاک میں صدیوں تک بطورِ قانون ملکی بھی رائج و نافذ رہا ہے اس لئے اس ملک کے مزاج کو اس کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔ جو اسکی ترویج کی ایک اہم وجہِ ترجیح ہے صحیح صورت یہ ہے کہ پاکستان کے قوانین کا اصل ماخذ اصولاً فقہ حنفی کو قرار دیا جائے بلحاظِ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ اس ملک میں فقہ حنفی نافذ کیا جائے گا۔ اور اس میں جو مسائل و احکام کتاب و سُنّت سے اخذ کر کے بیان کئے گئے ھیں انہیں کو ملکی قانونِ عامہ کی شکل دی جائے گی۔ اس کے ساتھ یہ گنجائش رکھی جائے کہ جو مسائل اور احکام مصالح پر مبنی ھیں۔ اور مجتہد فیہ ہیں۔ ان میں سے کسی مسئلہ میں اگر یہ ظاہر ہو کر کسی مانع شرعی کی وجہ سے اس وقت اِنکا اجراء مفید نہیں۔ اور ان سے مصلحتِ مقصودہ حاصل نہیں ہوتی۔ یا ان کے نفاذ سے کوئی مفسدہ شرعی، بر بنائے ظرف وحالات پیدا ہوتا ہے تو انہیں تبدیل کرنے پر غور کیا جائے۔ اور اس غرض سے دوسرے ائمہ کرام کے اقوال کی طرف نظر کی جائے اور ان میں سے کسی

قول و مسلک کو اختیار کر کے قانون کی شکل دی جائے ۔ گویا فقہ حنفی میں کسی دُوسرے سُنی فقہ کی آمیزش کی جائے ۔ بشرطیکہ ضرورتِ شرعیہ اسکی داعی اور دلیلِ شرعی اسکی متقاضی ہو ۔ فقہ حنفی میں یہ دروازہ کھُلا ہوا ہے ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس پر عمل بھی ہوا ہے ۔ اسوقت دنیائے اسلام کی غالب اکثریت ائمہ اربعہ کے فقہ کی پیروی کرتی ہے ۔ اور ائمہ اربعہ کے فقہ میں اختلافات درحقیقت بہت کم ہیں ۔ مختلف فیہ مسائل میں بحث و مباحثہ کی کثرت اور فرعی اختلافات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے اختلافات کی تعداد زیادہ محسوس ہوتی ہے ۔ حقیقتاً اختلاف کی خلیج اِتنی وسیع اور گہری نہیں ہے ۔ جتنی دور سے دیکھنے پر نظر آتی ہے ۔ ایک مجموعہ خواہش کو اصل قرار دے کر اس میں کسی دُوسرے مجموعہ قوانین کے خواہش کی آمیزش کی ایک نظر پیش کرتا ہوں ۔ جو خالصتاً اسلامی فقہ سے تعلق رکھتی ہے ۔ اور تاریخ نہیں بلکہ مشاہدہ ہے ۔ سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔ سعودی عرب کی حکومت صحیح معنیٰ میں اسلامی حکومت ہے اور وہاں کا نظام ایسے حقیقی معنیٰ میں اسلامی نظام ہے ۔ دنیا میں وہی ملک ایسا ہے جہاں اسلامی نظام قائم ہے اور شریعتِ اسلامیہ نافذ ہے ۔ وہاں فقہ حنبلی کو اصل قانون قرار دیا گیا ہے ۔ اور اسی کے مسائل کو قانون کی شکل دی گئی ہے لیکن متعدد قوانین ایسے ہیں جن میں فقہ حنبلی کے بجائے کسی دُوسرے فقہ مثلاً فقہ حنفی ، یا مالکی سے کام لیا گیا ہے ۔ اور جہاں بھی فقہ حنبلی تنگ ہوتا ہے وہاں وہ کسی دوسرے فقہ سے اخذ و اقتباس میں کوئی تکلف نہیں کرتے ۔ باوجود اس کے اصل قانون مروج فقہ حنبلی ہی ہے ۔ مثلاً سعودی عرب کے مسلمانوں ، اور خود حکومت سعودیہ کا جو اربوں روپیہ امریکہ و یورپ کے بینکوں میں ہے اس کا سُود بھی ملتا ہے ۔ حکومتِ عربیہ سعودیہ اور وہاں کے عوام یہ سود نہیں لیتے تھے ۔ بلکہ اس رقم کو مسیحی اور یہودی انجمنوں کو دیدیتے تھے ۔ جو انھیں ایسے کاموں میں صرف کرتے تھے جو مسلمانوں کے لئے مضرت رساں ہیں ۔ اس مسئلہ پر غور کر کے علماء سعودی عرب نے یہ فتویٰ دیا کہ اس رقم کو ان بینکوں کو ضرور لے لینا چاہیئے ۔ مگر اسے اپنے فائدے کے صرف کرنا جائز نہیں ۔ لیکن بغیر نیّت ثواب دُوسرے مسلمانوں کو دے دینا اور اس سے انکی اعانت کرنا جائز ہے ۔ اور ان کے لئے بھی اس رقم سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے ۔ کیونکہ تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے ۔ وہ ان لوگوں کے لئے ربطہ نہیں رہا ۔ فتویٰ از رُوئے اصولِ شریعت اور عقل و حکمت بالکل صحیح اور مناسب ہے ۔ اور علماء احناف نے ہندوستان میں یہی فتویٰ دیا تھا ۔ جس پر برابر عمل ہو رہا ہے ۔ سعودی عرب

یں بھی اب اسی پر عمل درآمد ہے ۔ مگر یہ فتویٰ حنبلی فقہ کے اصول پر نہیں ہے ۔ حنبلی مسلک میں اسکی گنجائش نہیں نکلتی ۔ یہ حنفی فقہ پر مبنی ہے ۔ علماءِ حنابلہ نے جب دیکھا کہ رقم مذکور کو جمع و ترتیب سے ایک بڑا مفسدہ لازم آتا ہے جو شرعاً بھی مفسدہ شمار کیا جاتا ہے تو انہوں نے غور کر کے فقہ حنفی سے استفادہ کیا اور اسکی بناء پر فتویٰ دیا ۔ سعودی عرب کے قوانین کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کی مثالیں اور بھی ملیں گی ۔ مگر باوجود اس کے اصولاً ان کے قوانین کا سرمایہ ، فقہ حنبلی ہی ہے ۔ اور اصلاً وہی ان کے یہاں نافذ و رائج ہے ۔

ہم بھی یہی کر سکتے ہیں اور ہمیں یہی کرنا چاہیئے ۔ اور فقہ حنفی کو اصل قانون اور اس کا مایۂ خمیر قرار دیں اور ضرورت کی صورت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کے فقہ سے حسب ضرورت اخذ و استفادہ کر کے خاندان کا جزو بنائیں ۔ بلکہ اس دائرے کو اور وسیع کیا جا سکتا ہے ۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے ائمہ اہلِ سنت کے فقہ سے بھی استفادہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ مثلاً امام اوزاعی ، امام لیث رحمہ اللہ بشرطیکہ ان کا فقہ ہم تک ، قابلِ اعتماد و اطمینان طریقے اور ذریعے سے پہنچا ہو ۔ ائمہ اربعہ کا فقہ بحیثیت مجموعی تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے ۔ ان حضرات کے زمانہ سے لے کر آج تک ان حضرات کے فقہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ دنیا کے اکثر حصوں میں جاری ہے ۔ خود ان حضرات کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی پھر تلامذہ کے تلامذہ ان سے بھی زیادہ ہوئے ۔ یہ تواتر علمی ہے ۔ عملی تواتر تو اس سے بھی زیادہ واضح ہے ۔ ان کے فقہ کی پیروی کرنے والوں کی تعداد ہزاروں ہے تو کسی زمانہ میں کم نہیں ہوئی اور اب تو کروڑوں تک پہنچ چکی ہے ۔ صحیح اصول تو یہی ہے کہ اسی فقہ کو قابلِ استفادہ سمجھا جائے جو نقلِ متواتر سے ہم تک پہنچا ہو تاہم اسکی بھی گنجائش ہے کہ فقہ مستفیض سے بھی بوقت ضرورت استفادہ کیا جائے ۔ اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں ہے ۔ جو فقہ کسی مجتہد یا متعدد مجتہدین کے صرف بطریق اِحاد منقول ہو اور ہم تک صرف ایک روایت اور خبرِ احد کی صورت میں پہنچا ہو اسے اپنے قانون کا ماخذ بنانا جائز نہیں ۔ کیونکہ اس امر کا یقین و اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا کہ یہ اس مجتہد سے ثابت ہے جسکی طرف اسکی نسبت کی جا رہی ہے ۔ متبوعین اور ائمہ مجتہدین کے بعض مخالفین نے بہت سے ایسے مسائل ان حضرات کی طرف منسوب کئے ہیں جو انکا مسلک نہیں ہیں ۔ چونکہ ان پر عمل نہیں ہوا ۔ نیز ان حضرات سے جو مسائل قولی و عملی تواتر کے ساتھ منقول ہیں وہ اس قسم کے مسائل کو غلط قرار دیتے ہیں ۔ اس لئے